نمبر ۴۵ | ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ | یوم پنجشنبہ | مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء | جلد ۲۱

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق ۱۰- اکتوبر بوقت چار بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے ۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب برہمن بڑیہ (بنگال) کے سفر سے ۹- اکتوبر کو واپس تشریف لے آئے ۔

لوکل انجمن کے زیر اہتمام ۹- اکتوبر کو مقامی جماعت کے ایک کثیر مجمع نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظموں کے خلاف اسلام طریق پر ریکارڈوں میں لائے جانے کے متعلق صدائے احتجاج بلند کی۔

مستری امام بخش صاحب آف راہوں ضلع جالندھر مہاجر قادیان ۹-۱۰- اکتوبر کی درمیانی شب نوے سال کی عمر میں انتقال کر گئے احباب دعائے مغفرت کریں ۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ماموُر آئینہ ہوتے ہیں؟

(فرمودہ ۱۲ ؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

فرمایا۔ تعبیر الرؤیا میں یہ صاف لکھا ہے۔ کہ جو لوگ ماموریں کو بُری صورت میں دیکھتے ہیں۔ وہ لوگ اپنی پردہ دری کراتے ہیں ۔

مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب کے والد مرحوم نے ایک بار مجھ سے ذکر کیا۔ کہ ایک ہندو ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ جو محبت اسلام رکھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ کشمیر سے آیا۔ اور اس سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ اب میں پکا ہندو ہو گیا ہوں۔ لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد جو اس کو دیکھا۔ تو وہ عیسائی ہو گیا تھا۔ جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا۔ کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک تاریک کوٹھڑی میں دیکھا۔ اور اس میں آگ جل رہی تھی۔ (لعنۃ اللہ علیہ) گویا خبیث نے اس کو دوزخ سمجھا۔ اور اس کے گرد پادریوں کو دیکھا۔ اس سے میں نے نتیجہ نکالا۔ کہ پادری حق پر ہیں۔ اور آپ (معاذ اللہ) مغلوب ہو رہے ہیں۔ مولوی صاحب کو تعبیر کا علم نہ تھا۔ مجھ سے جب انہوں نے کہا تو میں نے کہا۔ کہ اس کی یہی تعبیر ہے۔ جو حالت اس شخص کی ہوئی۔ چنانچہ تعطیر الانام میں ایسا ہی لکھا ہے۔ کہ جب کسی نبی۔ مامور و مرسل کو ردی حالت میں دیکھتا ہے۔ مثلاً مجذوم دیکھتا ہے۔ یا برہنہ دیکھتا ہے یا یہ کہ وہ بُری غذا کھاتے ہیں تو یہ سب اس کے اپنے ہی حالات ہوتے ہیں۔ انبیاء آئینہ کا حکم رکھتے ہیں۔ اور اس کی اصلی صورت دکھا دیتے ہیں۔ اور یہ بات ہماری اپنی تجربہ کردہ ہے۔ کہ جب کوئی آدمی کسی مامور و مرسل کو بُری حالت میں دیکھتے ہیں۔ تو جلدی ہی ان کی وہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کی عقوبت کے دن قریب ہوتے ہیں" (الحکم ۲۴ ؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

تبلیغی رپورٹیں

مختلف مقامات پر تبلیغ احمدیت

لاہور چھاؤنی میں جلسہ

۱۴ ستمبر جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی کا ایک تبلیغی جلسہ بابو محمد امیر صاحب کے مکان پر منعقد ہوا۔ جنرل سکرٹری حاجی اللہ بخش صاحب کی کوشش سے بعض سکھ اور ہندو اصحاب بھی علاوہ غیر احمدی اصحاب کے تشریف لائے۔ چودھری غلام احمد صاحب ایم۔ اے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں پر ایک مدلل تقریر کی۔ دوسری تقریر مولوی ظہور حسین صاحب نے کی جس میں آپ نے احمدیت کی صداقت پہچاننے کے معیار بیان کئے۔ خاکسار محمد اشرف خاں سکرٹری تبلیغ۔

ضلع گوجرانوالہ میں تبلیغ

تونڈی راہوالی میں اختلافی مسائل پر تقاریر کی گئیں۔ اور تبلیغی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ سکھوں سے باوا نانک کے مذہب اور عیسائیوں سے کفارہ اور فضیلت انجیل پر بحث کی گئی۔

خانکی تحصیل وزیر آباد میں مولوی دل محمد صاحب نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تقریر کی۔ جلسہ میں ہندو اور سکھ بھی شامل تھے۔

کھیوے والی میں مولوی صاحب موصوف نے اور بعد ازاں رات کو حافظ فیض اللہ صاحب۔ اور مستری علی احمد صاحب نے تقاریر کیں۔ جن کا سامعین پر اچھا اثر ہوا۔ ایک مرد اور چار عورتوں نے بیعت کی۔

گکا گو لو میں مولوی صاحب۔ حافظ فیض اللہ صاحب۔ اور مستری علی احمد صاحب نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تربیت جماعت کے موضوع پر مختلف اوقات میں تقاریر کیں۔

منصور والی میں بھی تقریریں کی گئیں۔ مہتمم تبلیغ ضلع گوجرانوالہ

چک نمبر ۱۱۶ ج ضلع شاہ پور میں جلسہ

حال ہی میں انجمن احمدیہ چک نمبر ۱۱۶ کا ایک جلسہ ہوا جس میں مولوی عبد الرحمن صاحب انور نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات مسیح۔ اجرائے نبوت وغیرہ مسائل پر مدلل تقریر کی چند فتنہ پرداز غیر احمدیوں نے جلسہ کے بعد ایک ملا کو تقریر کے لئے کھڑا کر دیا جس نے بہت گند اچھالا۔ مگر چند حق پسند اصحاب نے ملا مذکور کو اسی وقت ملامت کی۔ اور کہا ہم ان خرافات کو سننے کے لئے نہیں آئے۔ بعد ازاں مولوی عبد الرحمن صاحب انور نے اس کے اعتراضات کے جواب دیئے۔ جماعت احمدیہ کے اخلاقی نمونہ کا حاضرین پر نمایاں اثر ہوا۔ (نامہ نگار)

شاہدرہ میں تبلیغی جلسہ

۱۷ اگست کو مولوی ذکاء اللہ صاحب نے جماعت کی تربیت کے متعلق تقریر کی۔ اور ۱۹ اگست کو زیر صدارت سید سمیع اللہ صاحب پھر جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں جناب صدر نے ضرورت نبوت پر۔ مولوی ذکاء اللہ صاحب نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر۔ اور مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں پر عالمانہ تقاریر کیں۔ خاکسار الہ دین۔ سکرٹری تبلیغ۔

گنج (لاہور) میں جلسہ

۲۴ اگست کو مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل نے ڈاکٹر رحمت علی صاحب کے مکان پر ایک مخالف مسمی امیر الدین کے ان غلط الزامات کی تردید کی۔ جو اس نے گنج میں کئی دن تقاریر کر کے حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت پر لگائے تھے۔ جلسہ کے بعد ایک تبلیغی ٹریکٹ تقسیم کیا گیا۔ خاکسار محمد اسمٰعیل جنرل سکرٹری گنج۔

یوم التبلیغ اور احمدیہ جماعتیں

ابھی تک صرف چند جماعتوں کی طرف سے یوم التبلیغ کے پروگرام کی اطلاع آئی ہے۔ تمام جماعتوں کو چاہیئے۔ کہ بہت جلد اپنے تمام افراد کا پروگرام تیار کر کے مجھے بھیجدیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کہاں کہاں جا کر تبلیغ کریں گے۔ اور کس کس طریق سے تبلیغ کرینگے۔

ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

حافظ آباد میں تبلیغ

مقامی جماعت کے تمام افراد تبلیغ سلسلہ میں مشغول رہتے ہیں ملک عبد الرحیم صاحب اوورسیر نہر۔ چودہری محمد حیات خاں صاحب پنشنر سب انسپکٹر پولیس۔ مولوی دل محمد صاحب۔ میاں کرم داد صاحب پارچہ باف وغیرہ نے خصوصیت سے تبلیغ میں حصہ لیا۔ چودہری محمد حیات خاں صاحب مرکز سے سلسلہ کی کتابیں اور ٹریکٹ منگوا کر تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ خاکسار ضیاء اللہ سکرٹری تبلیغ۔

لائل پور میں تبلیغی جلسے

۴ اکتوبر کو مجلس انصار اللہ کے زیر اہتمام مولوی عبد القادر صاحب نے فضیلت اسلام پر لیکچر دیا۔ صدر جلسہ چودھری عصمت اللہ صاحب وکیل تھے۔ لوگوں نے لیکچر بہت پسند کیا۔ ۵ اکتوبر کو ایک غیر احمدی ملک جڑ غذین کے ساتھ مولوی عبد القادر صاحب نے مناظرہ بھی کیا۔ خاکسار شیخ محمد یوسف سکرٹری انصار اللہ۔

گوجرہ میں پادری عبد الحق صاحب سے گفتگو

گوجرہ میں پادری عبد الحق صاحب کے تین لیکچر ۲۳-۲۴-۲۵ ستمبر کو ہوئے۔ اشتہار میں اعتراض کرنے کی دعوت دی گئی تھی پہلے دو دن قاضی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل نے پادری صاحب کی تقاریر پر زبردست اعتراض کئے۔ جن کا پادری صاحب سے کوئی معقول جواب بن نہ آیا۔ ۲۵ ستمبر کو ۸ سے ½۱۰ بجے تک مولوی ظہور حسین صاحب نے صداقت حضرت مسیح موعود پر تقریر کی۔ جس کے بعد پادری صاحب نے اعتراضات کئے۔ اور تسلی بخش جواب دیئے گئے۔ دوسرے وقت چار سے ½۱ بجے تک پادری صاحب نے مسئلہ کفارہ پر لیکچر دیا۔ اور مولوی ظہور حسین صاحب نے اعتراض کئے۔ سامعین پر اچھا اثر ہوا۔ (نامہ نگار)

یاڑی پورہ (کشمیر) میں مناظرے

۲۸ تا ۳۰ ستمبر غیر احمدیوں سے وفات مسیح۔ ختم نبوت اور معیار صادقین پر تین مناظرے قرار پائے تھے۔ غیر احمدیوں کی طرف سے درجنوں مولوی صاحبان تشریف لائے۔ لیکن ہماری طرف سے صرف مولوی عبد الاحد صاحب مولوی فاضل اور مولوی محمد یوسف صاحب مولوی فاضل مناظر تھے۔ معیار صادقین پر مناظرہ کرنے سے باوجود اقرار کے غیر احمدیوں نے انکار کر دیا۔ وفات مسیح پر مولوی محمد یوسف صاحب اور ختم نبوت پر مولوی عبد الاحد صاحب نے مناظرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان مناظروں کا بہت ہی اچھا اثر ہوا۔ اور لوگوں نے کامیابی پر مبارکبادیں دیں۔ خاکسار راجہ غلام محمد خاں پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ چک ایمرچ کشمیر۔

پوہلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ میں مناظرہ

۱۹ ستمبر غیر احمدیوں سے مناظرہ ہوا۔ ہماری طرف سے سید نذیر حسین صاحب مناظر تھے۔ موضوع یہ تھا۔ کہ آیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آ سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے۔

ایک ضروری اشتہار کے متعلق اعلان

ایک اشتہار مالگدام کے عنوان سے ضلع جالندھر و ہوشیارپور وغیرہ میں کثرت سے غیر احمدیوں کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بہت سے اعتراضات کئے گئے ہیں اس کا مفصل جواب مولوی علی محمد صاحب اجمیری نے لکھا ہے۔ اس کی طباعت پر فی ہزار عدد ۲۵ روپے خرچ کا اندازہ ہے۔ جن جن مقامات میں یہ اشتہار پہونچا ہو۔ وہاں اس کے جواب کی اشاعت کی جائے۔ اگر چند جماعتیں مل کر اس کے اخراجات طباعت جمع کر لیں۔ تو یہ آسانی سے چھپ سکتا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ بہت مفید ثابت ہوگا۔

(ناظر دعوت و تبلیغ - قادیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۴۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

گاندھی جی کی ناکام سیاسی راہنمائی

کانگرس کی تباہ کن حکمتِ عملی کا افسوسناک انجام

اہلِ ہند کی قربانیاں

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ گاندھی جی کی آواز پر اہلِ ملک نے جس خلوص اور فداکاری کے جذبہ سے پُر ہو کر لبیک کہا جس ایثار اور قربانی کا ثبوت پیش کیا۔ اور جس رنگ میں مختلف اقسام کے مصائب و آلام کو برداشت کیا۔ اگر اس کے مقابل پر گاندھی جی کی سیاسی راہنمائی بھی کچھ مؤثر ہوتی۔ تو لوگوں کی اتنی بڑی قربانیوں کا یہ حسرت ناک نتیجہ نہ نکلتا۔ جو آج ہر کہ و مہ کے سامنے ہے۔ اور جسے دیکھتے ہوئے ملک سہما ہوا۔ اور مزید قربانیوں کے پیش کرنے کے لئے تیار نظر نہیں آتا۔ سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں کارآمد وجود ایک لمبے عرصہ تک جیلوں میں بند رہے ہیں اور بعض اب تک بھی محبوسِ زنداں ہیں۔ بیسیوں نوجوان کانگرس کی امن شکن تحریکات کے نتیجہ میں دہشت انگیزانہ افعال کے مرتکب ہوئے اور تختۂ دار پر لٹکا دیئے گئے۔ کئی خواتین اس جدوجہد میں شریک ہو کر قید و بند کی مصیبت میں مبتلا ہوئیں۔ ملک کا امن چھینا گیا۔ دلوں سے اطمینان اٹھ گیا۔ تجارت پیشہ اصحاب کو الگ۔ اور زراعت پیشہ طبقہ کو علیٰحدہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

ملک کو عظیم الشان نقصان

یہ سب کچھ ہوا۔ مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ "پرتاپ" (۱۷ ستمبر) کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا۔ کہ

"جہاں تک سوراجیہ کا تعلق ہے۔ برٹش گورنمنٹ آج بھی وہیں کھڑی ہے۔ جہاں کہ ۱۹۱۹ء میں تھی۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہ ہوگا۔ کہ وہ ۱۹۱۹ء سے پیچھے ہٹ گئی ہے۔ کیونکہ جہاں پہلے ذمہ دار حکومت۔ سیلف گورنمنٹ اور درجۂ نوآبادیات کا نام اس کی زبان یا قلم پر آجاتا تھا۔ اب یہ حالت ہے۔ کہ وہ وائٹ پیپر کے نام سے جو مستند ترین دستاویز اس کی طرف سے شائع ہوئی ہے اس میں درجۂ نوآبادیات کے الفاظ کا ایک جگہ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ اب گورنمنٹ یہ نہیں کہتی۔ کہ وہ ہندوستان کو درجۂ نوآبادیات دے رہی ہے۔ بلکہ یہ کہ وہ اسے درجۂ نوآبادیات کی راہ پر ڈال رہی ہے۔"

اسی طرح "ملاپ" (۲۰ ستمبر) نے لکھا:-

"ہم یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آزادی کی جدوجہد میں ہر ایک ملک کو کچھ نہ کچھ نقصان اٹھانا ہی پڑتا ہے۔ اور سیدر لینڈ کے مشہور قومی لیڈر ولیم کے الفاظ میں ہم یہ بھی مانتے ہیں۔ کہ ایک غلام ملک سے ایک تباہ شدہ ملک بہتر ہے۔ مگر پھر بھی ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ملک نے اس پروگرام کے مطابق جو اتنی قربانیاں کی ہیں۔ جو اتنی تکالیف اٹھائی ہیں۔ اور مصائب سہے ہیں۔ ان کا ماحصل کیا ہے۔ کیا اس زنجیر غلامی کی ایک کڑی بھی ٹوٹی ہے۔ کیا اس بدنصیب کے چاکِ گریبان کا ایک تار بھی ثابت ہوا ہے۔ حکومت جہاں پہلے تھی۔ وہیں اب بھی کھڑی ہے آج سے چار سال پہلے جو زنجیریں تھیں۔ وہ اب بھی ویسی ہی ہیں گول میز کانفرنس ختم ہو چکی ہے۔ فیڈریشن جو بالکل نزدیک کی چیز دکھائی دیتی تھی۔ پھر سے مستقبل کا ایک خواب ہو گئی ہے۔ پہلے صرف ہندو مسلم اور سکھ تفرقہ تھا۔ اب جگہ جگہ تفرقات ہیں۔ شہری آزادی کا قریباً قریباً خاتمہ ہو گیا۔ پریس کے قوانین سخت سے سخت تر اور سخت تر سے سخت ترین ہوتے چلے گئے۔"

ناکامیوں کی وجہ

ان حالات کی موجودگی میں کیا یہ سوال ہمارے سامنے نہیں آتا۔ کہ آخر کیا وجہ ہے۔ اہلِ ملک کا قدم بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کی طرف ہٹا۔ بجائے ترقی کے تنزل حاصل ہوا۔ بلندی کی بجائے پستی رفعت کی بجائے نکبت اور عزت کی بجائے ذلت کا احساس ہونا ایک ایسا امر ہے جس سے قدرتی طور پر ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور عقلاً اگر غور کیا جائے۔ تو اس کی دو وجوہات ثابت ہوتی ہیں۔ یعنی یا تو اہلِ ملک کی قربانیاں کم تھیں۔ یا وہ سکیم ناقص تھی۔ جو کانگرس نے ان کے سامنے پیش کی۔ اول الذکر کو کوئی ہوشمند انسان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ پس لامحالہ دوسری بات تسلیم کرنی پڑے گی۔ اور اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ کانگرس نے اگرچہ ایک ولولہ انگیز اور بظاہر خوشکن پروگرام لوگوں کے سامنے رکھا۔ مگر وہ نتیجہ خیز نہیں تھا۔ اسی لئے کوششیں اکارت اور قربانیاں ضائع گئیں۔

سول نافرمانی کا خاتمہ

کون نہیں جانتا۔ کانگرس کا زبردست ہتھیار سول نافرمانی تھا۔ کانگرسیوں نے اس سے کام لیا۔ اور اپنی تمام طاقتیں اسی لائحہ عمل کو کامیاب بنانے کے لئے صرف کر دیں۔ مگر انجام کیا ہوا۔ ہزارہا ہندوستانیوں کے جیلوں میں چلے جانے کے بعد مسٹر اینے قائم مقام صدر کانگرس نے تمام کانگرس کمیٹیوں کو توڑ دیا۔ حتیٰ کہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی جسے حکومت نے خلافِ آئین قرار نہیں دیا تھا وہ بھی توڑ دی گئی۔ اور کانگرس کا کوئی نظام باقی نہ رکھا گیا۔ گو گاندھی جی نے اس موقعہ پر اجتماعی سول نافرمانی کو بند کرتے ہوئے انفرادی سول نافرمانی کے جاری رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ "سول نافرمانی بند نہیں ہو سکتی۔ اس کا بند کرنا قومی شکست کے مترادف ہے۔" مگر ۲۳ اگست کو جب وہ فاقہ کشی کے ذریعہ رہائی حاصل کر کے جیل سے باہر آئے۔ تو انہوں نے ۳ اگست ۱۹۳۴ء تک انفرادی سول نافرمانی سے بھی علیٰحدہ رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اسے "طویل غور و فکر اور پرارتھنا" کا نتیجہ قرار دیا۔

اچھوت ادھار کی حقیقت

اسی طرح گاندھی جی نے اچھوت ادھار کا ڈھونگ رچایا۔ اور جب دیکھا۔ کہ ہندو قوم کے صدیوں کے مظالم سے اچھوتوں میں بھی بیداری پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ اور وہ بھی اپنے حقوق کا گورنمنٹ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا۔ اچھوت ہمارے جسم کا ہی حصہ ہیں۔ اور بہت زور اس امر پر دیا کہ ان کے لئے مندروں کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ تاکہ اچھوتوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے سیاسی طاقت میں اضافہ کریں۔ مگر اچھوت اقوام نے بارہا اس امر کو واضح کیا۔ کہ وہ مندروں میں داخلہ کو کوئی وقعت دینے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ وہ چاہتے ہیں۔ کہ ان کی تعلیمی اور اقتصادی ترقی کا سامان کیا جائے۔ ان کے ساتھ مل کر کھایا پیا جائے۔ ہندو انہیں اپنا جیسا سمجھیں۔ اور ان سے بیاہ شادی کے تعلقات قائم کریں۔ چنانچہ اچھوت اقوام کی جو آگرہ میں کانفرنس ہوئی۔ اس میں انہوں نے یہ قرارداد پاس کی تھی۔ کہ موجودہ ہری جن تحریک میں ہری جنوں (اچھوتوں) کی اقتصادی

اور تعلیمی ترقی کی بجائے زیادہ زور مندروں کے داخلہ پر دیا جارہا ہے۔ لیکن مندروں کا داخلہ ہریجنوں کے لئے بہتر ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ اس سے اُن میں وہم وسواس اور غلامانہ ذہنیت پیدا ہوجائے گی۔ اور دیگر کئی برائیاں پیدا ہوجائیں گی۔ جو ان کی ترقی کے راستہ میں مانع ثابت ہوں گی پجاری ان کے دل و دماغ پر قبضہ کرلیں گے۔ اور وہ پجاریوں کے غلام ہوجائیں گے۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ زیادہ زور ان کی تعلیمی اور اقتصادی ترقی پر دیا جائے۔ انتر بھوج اور انتر بواہ بھی ان کی ترقی کے پروگرام میں شامل ہونا چاہیئے اس کانفرنس کی رائے میں انتر بھوج کے بغیر کبھی چھوت چھات دور نہیں ہوسکتی۔" (ملاپ ۹ ستمبر)

مگر جن لوگوں کا مذہب یہ ہو کہ:-

"جو شخص کسی شودر کے گھر میں پیدا ہوا ہے۔ وہ اپنے گزشتہ جنم کے کرموں کی وجہ سے ایک نیچ کے گھر میں آیا ہے اس جنم میں ایک شودر کی حیثیت سے سوسائیٹی کی بجا طور پر خدمت بجالانے سے ہی وہ اگلے جنم میں کسی اعلیٰ ذات کے ہندو کے گھر میں جنم لے سکتا ہے" (پرتاپ ۴ ستمبر)

وہ ظاہرا طور پر خواہ اچھوت اقوام کی بہبودی کے کس قدر ہی دعوے کریں۔ عملی رنگ میں وہ کبھی انہیں اپنے برابر سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ گاندھی جی کو اس تحریک میں بھی ناکامی ہوئی۔ اور نہ صرف دیگر ابتدائی انسانی حقوق انہیں نہ دلاسکے۔ بلکہ مندروں کے داخلہ والا معاملہ بھی تعویق میں پڑا ہوا ہے۔

امن سوز تحریکات

اسی طرح بدیشی کپڑے کی دوکانوں پر پکٹنگ شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ۔ قانون نمک کی خلاف ورزی وغیرہ۔ دیگر کئی امور کانگرس نے گاندھی جی کی قیادت میں شروع کئے مگر اس تمام کدوکاوش کا نتیجہ صفر کے برابر رہا۔ اور نہ صرف یہ کہ ملک کو کسی قسم کی ترقی حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ لوگوں کو مالی۔ اقتصادی۔ اور اخلاقی لحاظ سے نقصانِ عظیم پہونچا۔ دہشت انگیزانہ سرگرمیاں جن کا بنگال میں خصوصیت سے زور ہے۔ اسی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ کہ کانگرس نے سوراجیہ کے جلد تر حصول کی لوگوں کو امید دلائی تھی۔ جسے پورا ہوتے نہ دیکھ کر مایوسی کے عالم میں ناعاقبت اندیش نوجوان ان افعال پر اتر آئے۔ جو مذہب اور سوسائٹی کے نزدیک حد درجہ ناشائستہ اور مکروہ ہیں۔ اور بالفاظ "پرتاپ" (۶ ستمبر) "اس انقلابی تحریک سے فائدہ بھی کیا ہوا۔ بنگال میں کتنے نوجوان پھانسی کے تختہ پر لٹک گئے۔ کتنے جیلوں میں بند ہوگئے۔ کئی لڑتے لڑتے پولیس کی گولی کا شکار ہوگئے۔ اور کئی خود مرگئے"!!

سیاسی راہنمائی کا انجام

غرض گاندھی جی کی سیاسی راہ نمائی کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ انہوں نے جس طرف قدم اٹھایا۔ اسی طرف سے ناکامی نے انہیں آگھیرا۔ جس سکیم کو پیش کیا۔ وہی زمانہ کے ہاتھوں ناقابل عمل ثابت ہوئی۔ جو پروگرام تجویز کیا۔ اسی نے بجائے ترقی دینے کے اہل ملک کو نقصان پہونچایا۔ حقائق پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ اور نہ واقعاتِ صحیحہ کو چھپایا جاسکتا ہے۔ اگر تصنع اور بناوٹ سے ایک عرصہ تک حقائق کو نظر انداز کیا جائے۔ تو بھی وہ وقت بہت جلد آجاتا ہے۔ جب قلوب محسوس کرتے ہیں۔ کہ ہماری غلط راہنمائی ہوئی اور لوگ برملا اظہار کرنے سے بھی نہیں رہ سکتے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ گاندھی جی کی راہ نمائی کا بھی یہی انجام ہوا۔ متعدد دفعہ لوگوں کی طرف سے کہا جاچکا ہے۔ کہ گاندھی جی اب سیاسی راہ نمائی کے قابل نہیں رہے اور یہ کہ "وہ دماغی طور پر پولٹیکل کام کرنے کے ناقابل ہیں"

(پرتاپ ۱۷ ستمبر)

مسٹر ایم اے اچاریہ کا اعلان

چنانچہ مسٹر ایم۔ اے اچاریہ نے آل انڈیا ورن آشرم سوراجیہ سنگھ سبھا کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ

"مسٹر گاندھی فقط مسٹر گاندھی ہے۔ سیاسیات کے معنی تک نہیں جانتا۔ وہ نہ صاحبِ تدبر ہے۔ اور نہ مذہبی نقطہ نگاہ سے دور اندیش۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اس سے کسی اچھی چیز کے جاننے کی توقع نہیں کی جاسکتی"

مسٹر جمنا داس مہتہ کا بیان

اسی طرح مسٹر جمنا داس مہتہ نے ۵ر اکتوبر کو بمبئی میں گاندھی جی کی سالگرہ کے موقعہ پر ایک تقریر کرتے ہوئے گاندھی جی کے سیاسی طریق کار پر سخت نکتہ چینی کی۔ اور کہا۔ کہ

"گزشتہ تیرہ برس کی گاندھی جی کی سیاسی راہ نمائی ناکام رہی ہے۔ اب ان سے درخواست کرنی چاہیئے۔ کہ وہ سیاسیات سے علیحدہ ہوجائیں۔ کیونکہ وہ جمہوریت کے راستہ میں بہت روکاوٹ ثابت ہو رہے ہیں"

"گاندھی جی نے ملک کی سیاسی راہنمائی کو تباہ کردیا ہے۔ آزاد خیالی کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ جو لوگ کانگرس سے اختلاف کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو غدار کا خطاب دیا جاتا ہے"

مزید کہا۔ کہ "میری نکتہ چینی۔ دیانت داری۔ اور صاف گوئی پر مبنی ہے"

اس قسم کی آراء جن میں متواتر اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس امر کا بین ثبوت ہیں۔ کہ سیاسیات میں گاندھی جی کی راہ نمائی بالکل ناکام ثابت ہوچکی ہے۔ دلوں سے وقار اٹھ رہا ہے۔ اور لوگوں کو محسوس ہوتا جارہا ہے۔ کہ گاندھی جی کی راہنمائی قطعاً بے سود ہے۔

گاندھی پرست غور کریں

تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ کہ گاندھی جی کو ان کی سیاسی جدوجہد کی بناء پر مسلمانوں میں سے بعض نادان و کم فہم لوگوں نے جنہیں دینی معلومات سے کچھ بھی واقفیت نہ تھی۔ ہندوستان کا نجات دہندہ کہنا شروع کردیا تھا۔ اور گاندھی پرست تو انہیں اب بھی ایک بلند مرتبہ انسان قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان واقعات سے جہاں اُن نادان مسلمانوں کو معلوم ہوچکا ہے۔ کہ گاندھی جی کے ذریعہ ہندوستان نے نہ صرف کسی قسم کا فائدہ نہیں اُٹھایا۔ بلکہ عظیم الشان نقصان برداشت کیا۔ وہاں گاندھی جی کے معتقدین کے دلوں میں بھی پہلی سی عقیدت نہیں رہی۔ اور وہ وقت دور نہیں۔ بلکہ نزدیک ہے جبکہ ان کی رہی سہی عظمت بھی قلوب سے اُٹھ جائے گی۔ اور لوگوں پر اصل حقیقت بالکل عریاں ہوجائے گی۔

دینی اور دنیاوی لیڈروں میں امتیاز

دراصل دینی اور دنیاوی لیڈروں میں جہاں اور بہت سے امتیازات ہیں۔ وہاں ایک بہت بڑا فرق یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنے والا انسان مخالف حالات میں ایک بات کہتا ہے۔ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے اس کے دشمن ہوجاتے ہیں۔ امیر اور غریب اس کے مٹانے کے درپے ہوتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ غالب آتا ہے۔ اور دنیا کو وہی بات ماننی پڑتی ہے۔ جس کی وہ ایک وقت مخالفت ہوتی ہے۔ اس کے مقابل میں دنیاوی لیڈر وہ بات کہتے ہیں۔ جو لوگوں کا منشاء اور ان کی دلی آرزو ہوتی ہے۔ اس لئے اکثریت ان کے ساتھ ہوجاتی ہے۔ مگر پھر بھی اللہ تعالےٰ کی تائید کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ بعض دفعہ ناکامی کا مونہہ دیکھتے ہیں۔ اسی طرح روحانی لیڈروں کی عمر میں جوں جوں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ان کے فہم و فراست اور تدبر و دور اندیشی میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر دنیاوی لیڈروں میں قویٰ کے انحطاط کے ساتھ ہی ذہنی انحطاط پیدا ہوجاتا ہے پہلی سی دانائی۔ ہوشیاری اور معاملہ فہمی ان میں نہیں رہتی۔ گاندھی جی بھی چونکہ دنیاوی لیڈر ہیں۔ اس لئے ان پر بھی موخر الذکر کیفیت طاری ہے۔ اور وہ بعض اوقات یہ کہنے پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ "تاریکی مجھے احاطہ کئے رہی۔ اور نظر نہ آیا۔ کہ بجا آوریٔ فرض کا راستہ کونسا ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے انہوں نے سیاسیات میں پے بہ پے ٹھوکریں کھانی شروع کی ہیں۔ لوگوں کے دلوں سے ان کا وقار اٹھتا جارہا ہے۔ اور ان پر ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ سیاست کے میدان کے شاہ سوار نہیں بے شک ان لوگوں کے لئے جو گاندھی جی کے متبع ہیں۔ یہ حقیقت نہایت تلخ ہے۔ اور آئے دن وہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح گاندھی جی کا رہا سہا وقار بھی زائل نہ ہوجائے۔ اور اسی لئے گاندھی جی سے متعلق نہایت معمولی خبروں کو بھی نہایت اہتمام سے مؤثر عنوانوں میں شائع کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت بین نگاہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

یوم التبلیغ اور اخبار ”انقلاب“

تبلیغِ احمدیت کے متعلق جماعت احمدیہ کی پوزیشن

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
ہر شخص اس بات کو جانتا ہے یعنی ہر ایسا شخص جس نے سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہو۔ جانتا ہے۔ کہ

ہماری جماعت کا اصل مقصد

اشاعت مذہب۔ اشاعت دین اور قیام دین ہے۔ اشاعت دین اور قیام دین کے ساتھ ضمنی تعلق رکھنے والی دوسری چیزوں کی طرف بھی ہم توجہ کر لیتے ہیں۔ اور بعض دفعہ توجہ کرنی پڑتی ہے مگر ہماری وہ توجہ ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے ضرورت کے وقت کسی شخص کو پاخانہ میں جانا پڑتا ہے۔ پاخانہ کوئی دلکش یا سیر کی جگہ نہیں ہوتی۔ مگر انسان وہاں جانے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ کے قانون کے ماتحت اس کا جسم پاخانے کے متعلق احتیاج محسوس کرتا ہے۔ وہ وہاں جاتا ہے۔ اسی طرح اور کئی انسانی افعال ہیں۔ جو گو بظاہر جسمانی نظر آتے ہیں۔ مگر بعض دفعہ روحانی ضرورتوں کے ماتحت کرنے پڑتے ہیں۔ بسا اوقات

کام کے اوقات

انسان پر ایسے آتے ہیں۔ کہ وہ چاہتا ہے۔ کہ کھانا نہ کھائے یا وہ چاہتا ہے۔ کہ اس کی نیند ہی اڑ جائے۔ مگر باوجود کسی اشد ضرورت کے اور باوجود اس بات کے کہ وہ اس وقت نہ صرف اپنی بلکہ اپنے بیوی بچوں کی جان قربان کرنے کے لئے بھی تیار ہوتا ہے۔ اسے کھانا کھانا پڑتا ہے۔ سونا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے

کھانے اور سونے کی احتیاج

رکھی ہے۔ اور گو یہ معاملات بظاہر جسمانی نظر آتے ہیں۔ مگر اس وقت روحانی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ کھانا نہ کھائے گا۔ تو اس کے قوےٰ مضمحل ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ سوئے گا نہیں تو اس کے اعضاء بیکار ہو جائیں گے۔ اور وہ ضعیف ہو جائیگا۔ پس گو کھانا اور سونا جسمانی امور ہیں۔ مگر اس وقت اس کے لئے روحانی بن جاتے ہیں۔

ایسی ہی ضرورتوں کے ماتحت دین کے علاوہ بعض دفعہ دوسرے کام بھی ہمیں کرنے پڑتے ہیں۔ مگر وہ ہمارا مقصود نہیں ہوتے۔ بلکہ ہمارا اصل مقصد

دین کا قیام اور اس کی اشاعت

ہے۔ اور اسے ہم ہر چیز پر مقدم رکھتے ہیں ۔ وہ دین کیا ہے اور آیا وہ دین ہے بھی یا نہیں۔ یہ دوسری بحث ہے۔ مگر بہرحال ہماری نگاہ میں وہ دین ہے۔ اور ہم دین کی خدمت سمجھ کر ہی اس کے لئے کام کرتے ہیں۔ اس لئے کوئی ایسی چیز اور کوئی ایسی دلیل جو ہمارے اس نقطۂ نگاہ کے خلاف پڑے۔ ہمیں اپیل نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہمیں اپنے مقصد سے پھرا سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص ہمارے دلوں تک پہنچنا چاہتا ہے۔ تو اس کے لئے

ایک ہی راہ

ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ ثابت کر دے۔ کہ جس چیز کے پیچھے تم پڑے ہو۔ وہ دین نہیں لیکن بغیر یہ بات ثابت کرنے کے اگر وہ یہ کہے۔ کہ یہ دین تو ہوگا لیکن ہماری خاطر یا فلاں وجہ سے اس کی طرف سے توجہ ہٹا لو۔ تو ایسے شخص کی باتیں ایسی ہی ہونگی جیسے ایک بہرے آدمی کے سامنے کوئی شخص بات کرے۔ کیونکہ وہ بات ہمارے کانوں میں داخل نہیں ہو سکتی۔ میں نے پچھلے دنوں میں

بعض مضامین

دیکھے ہیں جو میرے لئے آج کے خطبہ کے محرک ہوئے ہیں۔ اور بھی مضامین ہیں۔ لیکن وہ ایسے رنگ میں ہیں۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ وہ قابل التفات نہیں لیکن اسی قسم کے مضامین میں سے دو مضمون قابل التفات ہیں۔ اور میں انہی کو سامنے رکھتا ہوں وہ مضمون

اخبار ”انقلاب“

میں شائع ہوئے ہیں۔ ان میں ہمارے

یوم التبلیغ کے خلاف

لکھا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ گویا یہ دن قائم کر کے ہم مسلمانوں میں فتنہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ دلیل یہ دی گئی ہے۔ کہ جب تم تبلیغ کرو گے۔ تو لوگوں کو جوش آئے گا۔ اور جب جوش آئے گا تو وہ بھی اسی طرح بحثیں کریں گے۔ اس طرح بعض جگہ احمدیوں کو جوش آ جائے گا۔ اور وہ دوسروں سے لڑیں گے۔ اور بعض جگہ غیر احمدیوں کو جوش آ جائے گا۔ اور وہ احمدیوں سے لڑیں گے اور

مسلمانوں کا اتحاد

ٹوٹ جائے گا۔ پھر ساتھ ہی کہا گیا ہے۔ کہ احمدیت کونسی نئی چیز پیش کرتی ہے۔ وہی خدا ہے۔ وہی رسول ہے۔ وہی قبلہ ہے وہی قرآن ہے۔ وہی نماز روزہ اور حج وغیرہ ہے۔ اس میں کونسی ایسی نئی چیز ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے اتحاد کو اس کے لئے قربان کر دیا جائے۔

چونکہ یہ مضامین ایک ایسے اخبار میں شائع ہوئے ہیں جس کا ہمیشہ سے یہ دعوےٰ رہا ہے۔ کہ وہ

بلا وجہ کسی شخص یا جماعت کی مخالفت

نہیں کرتا۔ اور جہاں تک میرا تجربہ ہے۔ گو غلطی ہر شخص سے ہو جاتی ہے۔ اور اس اخبار سے بھی غلطیاں ہوئی ہوں گی۔ مگر ایک حد تک یہ اخبار اپنے اس دعوے کے مطابق عمل کرتا رہا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ یہ بات جو اس نے پیش کی ہے۔ اس قابل ہے۔ کہ اس کا احترام کیا جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں اسے

قابلِ جواب

سمجھتا ہوں۔ ورنہ کئی لوگ جن کی طبیعت میں نیش زنی کا مادہ ہوتا ہے۔ ایسی باتیں لکھتے ہی رہتے ہیں۔ جن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ بات جس کی

طرف "انقلاب" ہمیں توجہ دلانا چاہتا ہے۔ ہماری جماعت کے متعلق ہرگز نہیں کہی جاسکتی۔ وہ

نسلی مذاہب

جو سینکڑوں سال سے قائم ہیں۔ ان کے متعلق اگر یہ بات کہی جاتی۔ تو خواہ یہ غلط ہی ہوتی۔ اس کی

ظاہری شکل معقول

بنائی جاسکتی تھی۔ لیکن ہماری جماعت تو اس پچاس سال کے عرصہ میں قائم ہوئی ہے۔ جب کہ مسلمانوں میں نفاق و شقاق پیدا ہو چکا تھا۔ اور جب مسلمانوں میں اتحاد کی کوئی صورت ہی نہ رہی تھی۔ جب ہم سے کوئی شخص مخاطب ہوتا ہے۔ تو ہم اس سے سوال کر سکتے ہیں۔ کہ تم کس سے خطاب کرتے ہو۔ ہم میں سے وہ کونسا شخص ہے۔ جس کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ

آباء و اجداد سے احمدی

چلا آرہا ہے۔ ہماری جماعت تو بنی ہی تبلیغ سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت کیا۔ اور ۱۸۸۸ء کے آخر میں بیعت لی۔ گویا زیادہ سے زیادہ اس زمانہ کے ۴۴ سال بنتے ہیں۔ اور مسیحیت کے زمانہ کو مدِ نظر رکھا جائے۔ تو ۴۲ سال اور سوائے چند نوجوانوں کے جو اس دعوے کے بعد احمدیوں کے ہاں پیدا ہوئے۔ کثیر حصہ وہ ہے۔ جو

تبلیغ کے ذریعہ

احمدی ہوا۔ پس ہماری جماعت کو تبلیغ سے روکنے کے تو کوئی معنے ہی نہیں بنتے۔ اس لئے کہ ہماری جماعت تو بنی ہی تبلیغ سے ہے۔ اگر یہ تبلیغ فتنہ کا موجب تھی۔ تو جس دن یہ جماعت شروع ہوئی۔ اس دن بھی فتنہ تھی۔ اور جب یہ بڑھی۔ تو گویا فتنہ بڑھتا گیا۔ کیونکہ ۴۵ سال ہوئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اکیلے تھے۔ آپ نے دوسرے کو تبلیغ کی۔ تو دو ہو گئے۔ تیسرے کو تبلیغ کی۔ تو تین ہو گئے۔ پھر چوتھے کو تبلیغ کی۔ تو چار ہو گئے پس ہم میں سے کس کو کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اپنے آباء و اجداد کے مذہب پر رہو۔ تبلیغ کر کے فتنہ پیدا نہ کرو۔ ہر شخص کہے گا۔ کہ میں تو اسی تبلیغ کے ذریعہ احمدی ہوا ہوں۔ میرے باپ دادا کب احمدی تھے۔ پس ہماری جماعت کے متعلق یہ کہنا۔ کہ تبلیغ نہ کرو۔ اس سے فتنہ پیدا ہوگا۔ بالکل خلاف اصول ہے۔ کیونکہ ہماری جماعت کا بہت بڑا حصہ اسی

تبلیغ کے ذریعہ احمدی

بنا۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہم سے ہر فرد خواہ وہ نوجوان ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے ہی خیالات اور حالات میں سے گزرا ہے جو تبدیلیٔ مذہب کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کا باپ احمدی ہے۔ تو ماں مخالف ہوتی ہے۔ اور اگر ماں باپ دونوں احمدی ہوں۔ تو کئی قریبی رشتہ دار ایسے ہوتے ہیں۔ جو مخالف ہوتے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے وہ حالات جو تبدیلیٔ مذہب پر پیدا ہوتے ہیں۔ اس پر بھی وارد ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسے بچے نکل آتے ہیں۔ جو غیر احمدی ہوتے ہیں۔ کہیں ماموں کہیں ماموں کے بیٹے کہیں ساس اور کہیں سسر غیر احمدی ہوتے ہیں۔ کہیں بہنوئی مخالف ہوتے ہیں۔ غرض اس کے قریبی رشتہ داروں میں ایسے مخالف ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ اس کشمکش میں پڑ چکا ہوتا ہے۔ جس میں ادھر نومذہب اختیار کرنے والا پڑتا ہے۔ پس ہم میں سے جو پیدائشی احمدی ہے۔ وہ بھی

نو احمدی

ہے۔ کیونکہ نو احمدی کے دل میں جو کشمکش پیدا ہونی چاہیئے۔ وہ اس کے دل میں بھی پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ پس ہم میں سے کوئی شخص

پرانا احمدی

نہیں۔ اول تو کثیر حصہ وہ ہے۔ جو پہلے اپنے آپ کو غیر احمدی سمجھتا تھا۔ پھر تبلیغ کے ذریعہ احمدی ہوا۔ دوسرے جو احمدیت میں پیدا ہوا۔ وہ بھی

دل میں ایک کشمکش

اختیار کر چکا ہے۔ پس اگر یہ تبلیغ فتنہ ہے۔ تو ہم میں سے ہر شخص اس فتنہ سے گزر کر آیا ہے۔ اور اس طرح ہمارا وجود ہی مٹانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس غلطی سے قطع نظر کر کے اصل سوال کو لیتے ہوئے میں سمجھتا ہوں ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ کہ ہمارے پاس کوئی بڑی بات ہے یا نہیں۔ کیونکہ میرے نزدیک

بڑی اور چھوٹی چیز کی بحث

ایک ایسی بحث ہے۔ جسے کسی معین صورت میں طے نہیں کیا جاسکتا میں اس اصل کو تسلیم کرتا ہوں۔ اور ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ بعض چھوٹی باتیں اتحاد عمل کے قربان کر دینی چاہئیں۔ مگر چھوٹی اور بڑی بات سب نسبتی امور ہیں۔ اگر کسی شخص کا ایک طرف ایک پیسہ ضائع ہو رہا ہو۔ اور دوسری طرف آنہ۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ پیسے کو چھوڑ دو۔ اور آنے کا خیال رکھو۔ اس وقت پیسہ چھوٹی چیز ہوگی۔ اور آنہ بڑی۔ لیکن اگر ایک طرف آنہ ضائع ہو رہا ہو۔ اور دوسری طرف چونی۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ آنے کو چھوڑو۔ اور چونی کی فکر کرو۔ اس وقت ہم آنے کو چھوٹا قرار دیں گے۔ اور چونی کو بڑا۔ اب کوئی نادان کہے۔ کہ ابھی تو تم نے آنے کو بڑا کہا تھا اور ابھی چھوٹا کہتے ہو۔ تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔ اور کوئی شخص اس کی

بات کی معقولیت

تسلیم نہیں کرے گا۔ کیونکہ پہلے آنہ پیسے کے مقابل میں تھا۔ اس لئے بڑا تھا۔ مگر اب آنہ چونی کے مقابل ہے۔ اس لئے چھوٹا ہے اسی طرح اگر ایک شخص کا ایک طرف ایک روپیہ ضائع ہوتا ہو۔ اور دوسری طرف چونی۔ تو ہم کہیں گے۔ چونی کو چھوڑو۔ اور روپیہ کا خیال رکھو۔ اس پر بھی اگر کوئی شخص کہے۔ کہ ابھی چونی کو تم بڑا کہہ رہے تھے۔ اور اب اسے چھوٹا قرار دیتے ہو۔ تو ہم اس کو بھی

قابلِ رحم

سمجھیں گے۔ کیونکہ پہلے چونی آنے کے مقابل تھی۔ اس لئے بڑی تھی۔ اور اب چونی کا روپیہ سے مقابلہ ہے۔ اس لئے چھوٹی ہو گئی پھر ایک روپے کا اگر دس۔ بیس چالیس یا پچاس روپوں سے مقابلہ ہو۔ تو ایک روپیہ چھوٹا ہو جائے گا۔ اور دس بیس روپے بڑے غرض کسی چیز کو چھوٹا قرار دینا اپنی ذات میں بالکل بے معنی امر ہے

چھوٹا اور بڑا ہونا

نسبتی طور پر ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز چھوٹی نہیں۔ اور کوئی چیز بڑی نہیں۔ ہر چھوٹی چیز کے مقابلہ میں بڑی چیز ہے۔ اور ہر بڑی چیز کے مقابل میں ایک چھوٹی ہے۔

پس جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ بڑی چیز کے لئے چھوٹی چیز کو قربان کر دو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ

دونوں کا موازنہ

کرو۔ اور دیکھو۔ کہ ان دونوں میں سے کس کو چھوڑنا چاہیئے۔ اور کسے رکھنا چاہیئے۔ جس کو رکھنا ہوگا۔ وہ بڑی ہوگی۔ اور جسے چھوڑنا ہوگا۔ وہ چھوٹی پس کسی ایک چیز کو بڑا یا چھوٹا کہہ دینا غلطی ہے دیکھنا یہ ہوتا ہے۔ کہ دو چیزوں میں سے کونسی چیز چھوٹی ہے۔ اور کونسی بڑی۔ یہ نہیں۔ کہ ہر حالت میں وہ چھوٹی ہوتی ہے۔ اور ہر حالت میں دوسری چیز بڑی ٭

پس یہ تو صحیح ہے۔ کہ

چھوٹی چیز کو بڑی چیز کے مقابلہ میں قربان کر دینا چاہیئے

لیکن یہ صحیح نہیں۔ کہ کوئی چیز معین طور پر چھوٹی ہے اور کوئی چیز معین طور پر بڑی۔ ہر چیز نسبت کے وقت آکر چھوٹی بھی ہو جائے گی۔ اور بڑی بھی۔ مثلاً

نماز کے وقت کی پابندی

ایک بہت بڑی چیز ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ جہاد کے دوران میں تین نمازوں کو جمع کر کے پڑھا ظہر کا وقت آیا۔ اور گزر گیا۔ عصر کا وقت آیا۔ اور گزر گیا۔ پھر مغرب کے وقت آپ نے تینوں نمازیں جمع کرائیں۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سے بھی زیادہ نمازیں جمع کرائیں۔ حالانکہ اگر کسی وجہ سے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کی جائیں۔ تو جائز ہوتا ہے لیکن عصر و مغرب کا جمع کرنا ناجائز ہے اور ظہر و عصر اور مغرب کا جمع کرنا تو بالکل ناجائز ہے۔ لیکن لڑائی کے دوران میں نمازوں کے اوقات چھوٹے درجہ کے ہو گئے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر

جہاد کو ترجیح

دی اسی طرح ایک مسلمان کی جان کتنی قیمتی چیز ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث قدسی میں فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے جب کسی

مومن کی جان نکلنے کا وقت

آتا ہے۔ تو اس سے عرش عظیم کانپ جاتا ہے۔ مگر اسی جان کے متعلق دوسرے موقعہ پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ کیوں نہیں جنگ میں جاتے۔ اور جاکر مرجاتے۔ گویا ایک وقت تو مسلمان کی جان اتنی قیمتی ہوتی ہے۔ کہ عرش عظیم اس کے نکلنے سے کانپ جاتا ہے۔ اور دوسرے وقت اتنی چھوٹی ہو جاتی ہے۔ کہ جان کا نہ دینا منافقت ہو جاتی ہے پس بڑا چھوٹا ہونا نسبتی امور ہوتے ہیں۔ مجھ سے ایک دفعہ ایک نوجوان گفتگو کر رہا تھا

ڈاڑھی کے متعلق گفتگو

تھی۔ چونکہ وہ ہم میں سے ہی تھا۔ اور جانتا تھا۔ کہ ہم ہر مذہبی چیز کو اس کے اصل مقام پر کھڑا کرتے ہیں۔ اس لئے اس نے یہ خیال کرکے کوشش کی کہ ایسی دلیل پیش کرے۔ جس کے مقابلہ میں خاموش ہونا پڑے۔ اس نے کہا

ڈاڑھی اور روحانیت

کا تعلق کیا ہے۔ اگر ڈاڑھی رکھ لی جائے۔ تو اس سے روحانی ترقی کس طرح ہو سکتی ہے۔ ڈاڑھی اور روحانیت کا جوڑ ہی کیا ہے۔ چند ٹھوڑی کے بال ہیں۔ اگر رکھ لئے۔ تو روحانیت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ اور نہ رکھنے سے روحانیت میں کیا کمی آسکتی ہے۔ اور اگر ڈاڑھی کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ تو اسے مذہب میں کیوں شامل کیا جاتا ہے۔ میں نے اسے جواب دیا۔ کہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ڈاڑھی اور روحانیت کا آپس میں تعلق نہیں۔ مگر

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور روحانیت کی ترقی

کا آپس میں بڑا تعلق ہے اس میں شبہ نہیں۔ کہ ڈاڑھی کے چھوٹے بڑے ہونے سے روحانیت نہ بڑھتی ہے۔ نہ گھٹتی ہے۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت یا عدم اطاعت میں اس کی ترقی یا تنزل مضمر ہوتا ہے۔ غرض نسبتی لحاظ سے ایک چیز بڑی اور ایک چھوٹی ہوتی ہے۔ اگر

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم اور آپ کا نمونہ

ہمارے سامنے نہ ہوتا۔ تو جو شخص کہتا۔ کہ ڈاڑھی رکھو۔ اور جو کہتا کہ نہ رکھو۔ اور آپس میں اس وجہ سے جھگڑتے۔ میں ان دونوں کو بے وقوف سمجھتا۔ لیکن جب خدا کے رسول نے کہا۔ چاہے کسی حکمت سے کہا۔ ہماری سمجھ میں وہ حکمت آتی ہو یا نہ آتی ہو۔ بہرحال ہمیں اسے اختیار کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹر بسا اوقات جب ہمیں نسخہ دیتا ہے۔ تو کئی دواؤں کے متعلق ہمیں معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ کیوں ڈالی گئیں۔ مگر ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ یہ بے وقوفی سے تجویز کیا گیا

ہے۔ اس لئے ہم نہیں پیتے۔ بلکہ ڈاکٹر کے نسخہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں۔ یہ

ڈاکٹر کا تجویز کردہ نسخہ

ہے۔ اور اس نے ضرور کسی حکمت کے ماتحت دوائیں تجویز کی ہوں گی۔ اسی طرح جو شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے آئے۔ اس کا حق ہے۔ کہ کہے یوں کرو۔ اور یوں نہ کرو۔ اگر کسی بات کی وجہ ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ تو یہ ہماری غلطی ہوگی۔ یہ نہیں۔ کہ وہ بات غلط ہو۔ اسی طرح

ڈاڑھی رکھنے کی وجہ

کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ چونکہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ اس لئے رکھنی چاہیئے۔

فوائد یا عدم فوائد کا سوال

نہیں۔ بلکہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور عدم اطاعت کا سوال ہے اور آپ کی اطاعت کے ساتھ روحانیت کا بہت بڑا تعلق ہے۔

پس تمام امور نسبتی ہوتے ہیں بعض جگہ چھوٹی چیزیں بڑی بن جاتی ہیں۔ اور بعض جگہ بڑی چیزیں چھوٹی بن جاتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ مجلس میں تقریر فرما رہے تھے۔ جب تقریر ختم ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک بات بتائی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس مجلس میں

تین شخص

آئے۔ ایک نے دیکھا۔ کہ جگہ بھری ہوئی ہے۔ اور بیٹھنے کے لئے گنجائش نہیں۔ وہ واپس چلا گیا۔ اس کے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ جس طرح اس نے اس مجلس سے مونہہ پھیرا۔ اسی طرح میں نے بھی اس سے مونہہ پھیر لیا۔ وہ گھر سے تو اسی ارادہ سے آیا تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے۔ مگر چونکہ واپس چلا گیا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس سے مونہہ پھیر لیا۔ کتنی چھوٹی سی بات تھی۔ اور کتنا

اہم نتیجہ

رونما ہوا۔ پھر فرمایا۔ ایک اور شخص آیا۔ اس نے بھی دیکھا۔ کہ مجلس بھری ہوئی ہے۔ مگر اسے

واپس جانے میں شرم

محسوس ہوئی۔ اور وہ کنارے پر ہی بیٹھ گیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا جس طرح یہ شخص واپس جانے سے شرمایا۔ اسی طرح میں بھی اس کے گناہوں کی گرفت سے شرماؤں گا۔ کتنا چھوٹا سا فعل تھا۔ مگر اس کا نتیجہ کتنا اہم نکلا۔ پھر فرمایا مجھے خدا نے خبر دی ہے۔ کہ ایک تیسرا شخص آیا۔ اس نے بھی دیکھا۔ کہ مجلس بھری ہوئی ہے۔ لیکن اس نے تاڑ رکھی اور جب اسے ذرا بھی آگے جگہ معلوم ہوئی۔ تو وہ کودتا پھاندتا آگے بڑھا۔ اور قریب ہو کر بیٹھ

گیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جس طرح یہ میرے رسول کی باتیں سننے کے لئے آگے بڑھا۔ اسی طرح میں بھی اسے آگے بڑھاؤنگا اور

اپنے قرب کا مقام

عطا کروں گا۔ کتنا چھوٹا سا فعل تھا۔ مگر اس کا نتیجہ کتنا اہم نکلا۔ تو چھوٹی بڑی کی بحث عقل کی بات نہیں۔ یہ تمام امور نسبتی ہوتے ہیں۔ اور نسبتی امور میں بعض دفعہ نہایت ہی

باریک امتیاز

کی وجہ سے ایک چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہے۔ اور ایک بڑی چھوٹی۔ مثلاً رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ صفیں سیدھی رکھو۔ ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اب دلوں کا ٹیڑھا ہونا کتنی خطرناک بات ہے۔ بعض دفعہ جب دل میں کجی واقع ہو جائے۔ تو کس طرح انسان کا قدم صداقت سے پھر جاتا ہے۔ مگر

صفوں کا سیدھا رکھنا

کتنی معمولی بات ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ ان انعامات کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جن کا اللہ تعالےٰ نے آپ کی ذات سے وعدہ فرمایا تھا۔ ایک صحابی کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ دعا کیجئے میں بھی آپ کے ساتھ رہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں خدا نے تمہاری اس خواہش کو قبول فرمایا۔ پھر ایک اور صحابی کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ میں بھی آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اب نہیں وہ دعا تو پہلا شخص لے گیا۔ اس کی ادا اللہ تعالےٰ کو ایسی بھائی کہ وہ بات جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنی قربانیوں کے بدلے حاصل ہوئی تھی۔ اسے محض ایک فقرے سے حاصل ہو گئی۔ تو چھوٹے بڑے کے لئے کوئی

معین قانون

نہیں۔ یہ بات انسان کا دل ہی جانتا ہے۔ کہ کونسی چیز بڑی ہے اور کونسی چھوٹی۔ یا پھر بعض اوقات سے اس کا تعلق ہوتا ہے پس اس بحث میں پڑنا انسان کو ایسی الجھن میں ڈال دیتا ہے۔ جو کبھی حل نہیں ہو سکتی۔ یہی چھوٹی بات جس کے متعلق "انقلاب" کہتا ہے۔ کہ کیا ہے۔ معمولی سا امر ہے۔ اسی چھوٹی سی بات کے لئے ہمارے پانچ آدمی

کابل میں سنگسار

کئے گئے۔ تم کابل کے مولویوں سے پوچھو۔ کہ کیا یہ چھوٹی سی بات تھی جس کے بدلے پانچ مومنوں کو سینکڑوں مولویوں کی تصدیق اور ان سے فتوے لینے کے بعد شہید کر دیا گیا۔ خدا کے حضور وہ کیا کہیں گے۔ کہ ایسی معمولی چیز جس کی تبلیغ بھی

درست نہیں۔ اس کے لئے پانچ شخصوں کو سنگسار کر دیا گیا اور سنگسار بھی معمولی طریق سے نہیں۔ بلکہ حکومت کے محکمۂ قضار نے

علمار کے فتوٰی کے بعد

جس پر سینکڑوں مولویوں کے دستخط تھے۔ سنگسار کیا جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سارا افغانستان اس کا ذمہ وار ہے۔ اگر یہ بات چھوٹی سی تھی۔ تو افغانستان والوں پر کتنی ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ اور کس طرح یہ قتل سارے افغانستان کو جہنمی بنا دیتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں خدا تعالٰے فرماتا ہے۔ کہ

مومن کی جان لینے والا

جہنمی ہوتا ہے۔ پس وہی چیز جو دفتر انقلاب کے نزدیک بالکل چھوٹی ہے۔ کابل میں بہت بڑی ہو جاتی ہے۔ پھر یہی چھوٹی چیز لاہور میں ہی

زمیندار کے دفتر میں

بہت بڑی بن جاتی ہے۔ اور وہاں سے ہم یہ سنتے ہیں۔ کہ ۱۳۰۰ سال میں اسلام میں اس سے بڑا فتنہ پیدا نہیں ہوا۔ جب اس سے بڑا فتنہ ۱۳۰۰ سال میں ظاہر نہیں ہوا۔ تو پھر یہ بات چھوٹی کہاں ہوئی۔ بڑی ہوئی۔ مگر بہر حال میں سمجھتا ہوں۔ اس بحث میں پڑنا فضول ہے۔ کیونکہ چیز وہی ہے۔ انقلاب والے کہتے ہیں۔ کہ یہ معمولی سی بات ہے۔ زمیندار والے کہتے ہیں۔ کہ یہ اتنا

بڑا فتنہ

ہے۔ جو ۱۳۰۰ سال میں ظاہر نہیں ہوا۔ اب اگر یہ چیز

گمراہی کے لحاظ سے

بڑی ہے۔ تو اگر حق ثابت ہو جائے۔ تو حق کے لحاظ سے بھی بہر حال بڑی ہوگی۔ یہ ایک ہی شہر میں رہنے والے۔ ایک ہی مذہب کی طرف منسوب ہونے والے اور ایک لمبے عرصہ تک اکٹھا کام کرنے والوں کا حال ہے۔ کہ ایک کہتا ہے۔ چھوٹی چیز ہے اور دوسرا کہتا ہے۔ کہ یہ اتنی بڑی چیز ہے۔ کہ ۱۳۰۰ سال میں اتنی بڑی چیز ظاہر نہیں ہوئی۔ ایک کے نزدیک ضلالت ہے۔ مگر

معمولی سی ضلالت

اور ایک کے نزدیک گمراہی ہے۔ اور

بہت بڑی گمراہی

پس اگر احمدیت حق ہے۔ تو انقلاب والوں کے نزدیک چھوٹا سا حق ہے۔ اور زمیندار والوں کے نزدیک اتنا بڑا حق کہ ۱۳۰۰ سال میں اتنا بڑا حق ظاہر نہیں ہوا

چیز کے حجم کا سوال

ہے۔ ایک اسے چھوٹا کہتا ہے۔ اور ایک بڑا۔ اگر ہم گمراہی کا نام حق رکھ دیں۔ تو حجم تو اتنا ہی رہے گا۔ چھوٹا نہیں ہو جائے گا

پس اس اختلاف کو طے کرنا انسانی عقل سے بالکل ناممکن ہے بحثیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن وہ ایسا لمبا راستہ ہوگا۔ جس کا طے کرنا مشکل ہوگا۔ اسی طرح

رفع یدین کا مسئلہ

ہے۔ ہم بھی اسے چھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ جس کا جی چاہے ہاتھ اٹھائے۔ جس کا جی چاہے۔ نہ اٹھائے۔ مگر جن لوگوں نے اس کی وجہ سے سختیاں برداشت کی ہیں۔ ان کی ڈاڑھیاں منڈوائی گئیں۔ موہنہ کالے کئے گئے۔ اور ملکوں سے نکال دیئے گئے۔

حضرت عبد اللہ صاحب غزنوی

کو ہی جب افغانستان سے نکالا گیا۔ تو انہیں گدھے پر سوار کیا گیا موہنہ کالا کیا گیا۔ اور جگہ بہ جگہ پھرایا گیا۔ جھگڑا یہی تھا۔ کہ یہ آمین بالجہر، رفع یدین اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے قائل تھے۔ اسی طرح اور بہت سے چھوٹے چھوٹے امور ہیں۔ جن کی وجہ سے

بزرگان دین کو تکلیفیں

دی گئیں۔ مگر جنہوں نے تکلیفیں دیں۔ وہ انہیں بڑی ہی سمجھتے تھے۔ پس اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے خیال کے مطابق ایک چیز کو چھوٹا بڑا کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے ایک اور امر ہے۔ جس سے

معقول تصفیہ

ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ تبلیغ احمدیت کو چھوٹی سے چھوٹی چیز قرار دے لو۔ جتنی چھوٹی انقلاب والوں نے سمجھی ہے۔ اس سے بھی دس ہزار گنا چھوٹا بلکہ

دس کروڑ گنا چھوٹا

سمجھ لو۔ مگر ایک چیز ہے۔ جو اسے بڑا بنا دیتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمارا دعوے یہ نہیں۔ کہ ہم نے پہلے کچھ سوچا غور کیا۔ اور پھر اسے دنیا میں پھیلانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ بلکہ

ہمارا دعوے

یہ ہے۔ کہ ہمیں خدا نے کہا۔ جاؤ اور یہ چیز دنیا کو پہنچاؤ۔ اور اگر یہ بات سچی ہے۔ کہ ہمیں خدا نے ہی کہا۔ جاؤ اور دنیا میں احمدیت کو پھیلاؤ تو یہ کہنے کے کہ تبلیغ نہ کرو معنی یہ ہوں گے۔ کہ جانے بھی دو۔ خدا تو ایسی باتیں کہا ہی کرتا ہے۔ مگر کیا کوئی معقول اور سمجھدار انسان یہ بات ماننے کے لئے تیار ہوگا۔ یہ تو ان کا حق ہے۔ کہ وہ کہیں یہ بات خدا نے نہیں کہی۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب کو (نعوذ باللہ) دھوکا لگا۔ مگر یہ کہنا۔ کہ مانو تو خدا کی طرف سے لیکن اس پر عمل نہ کرو۔ اسے کوئی بھی شخص تسلیم نہیں کر سکتا۔ پس اگر ہم عقل سے ایک بات پیش کرتے۔ تو اس کے متعلق کہا جا سکتا تھا۔ کہ یہ چھوٹی ہے۔ یا بڑی لیکن جب ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالٰے نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

آسمان سے کلام

نازل کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ یہ تعلیم لے کر دنیا میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور لوگوں سے منواؤ۔ تو پھر یہ بات چھوٹی نہیں ہو سکتی۔ پس جب تک ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے۔ کہ ہم تبلیغ احمدیت کریں۔ اس وقت تک ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم تبلیغ احمدیت کرتے رہیں۔ ہاں یہ دوسرے شخص کا کام ہے۔ کہ وہ ثابت کرے۔ خدا نے یہ بات نہیں کہی بلکہ تمہارے نفسوں کو دھوکا لگا ہے۔ مگر جب تک وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ خدا کا حکم چھوٹا نہیں کہلا سکتا۔ اس پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے۔

اگر انقلاب والے یہ کہتے۔ کہ حضرت مرزا صاحب سے غلطی ہوئی۔ انہیں دھوکا لگا۔ خدا نے انہیں اس امر کا حکم نہیں دیا۔ تو یہ ان کا

جائز حق

تھا۔ مگر ایک بات پھر بھی میں کہوں گا۔ کہ جس وقت وہ ہمیں مخاطب کر کے یہ کہتے۔ کہ مرزا صاحب کو دھوکا لگا۔ اور اس پر بحث کرتے تو بہر حال انہیں یہ تسلیم کر لینا پڑتا۔ کہ یہ چھوٹی بات نہیں۔ بلکہ بڑی بات ہے۔ اور انہیں ماننا پڑتا۔ کہ چھوٹی باتوں پر بھی بحثیں جائز ہوتی ہیں لیکن ہم اس بحث میں نہیں پڑتے۔ کہ یہ چھوٹی چیز ہے۔ یا بڑی ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ خدا نے اس کا حکم دیا۔ ایک

روڑی پر پڑا ہوا حقیر تنکا

جسے آگ لگی ہوئی ہو اگر اس سے بھی یہ چھوٹی چیز ہے۔ تو ہمارے لئے بڑی ہے۔ کیونکہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ خدا نے کہی پس سوال یہ نہیں۔ کہ یہ بات چھوٹی ہے یا بڑی۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ یہ بات کس نے کہی

ٹالسٹائے

روس کا ایک رئیس گزرا ہے۔ بہت مشہور آدمی تھا۔ جس کی کتابوں کو گاندھی جی آج کل جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ بھی ٹالسٹائے کی کتابیں ہی پڑھ کر انہوں نے اثر قبول کیا۔ اس کا ایک پردادا بادشاہ کا چپڑاسی تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ میں ایک ضروری کام کرنا چاہتا ہوں۔ تم دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی کو اندر آنے نہ دو۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ

ایک گرینڈ ڈیوک

اسی وقت بادشاہ سے ملنے کے لئے آیا۔ روسی قوانین میں یہ امر داخل ہے۔ کہ گرینڈ ڈیوک اگر بادشاہ سے ملنے آئے۔ تو اسے کوئی شخص روک نہیں سکتا۔ جونہی وہ دروازہ سے اندر داخل ہونے لگا۔ چپڑاسی جو ٹالسٹائے کا پردادا تھا۔ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور بادشاہ سلامت نے منع کیا ہے۔ اسے سخت غصہ آیا۔ اور اس نے محسوس کیا۔ کہ اس کی ہتک ہوئی۔ کیونکہ ایک چپڑاسی نے اسے اندر جانے سے روکا۔ اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ میں گرینڈ ڈیوک ہوں

اور مجھے قانون نے حق دیا ہے۔ کہ میں اندر جاؤں۔ وہ کہنے لگا۔ میں جانتا ہوں لیکن بادشاہ سلامت کا یہی حکم ہے۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اسی وقت اس نے چابک نکالا۔ اور دو تین اسے رسید کئے۔ ٹالسٹائے سر نیچا کرکے مار کھاتا رہا۔ اس نے سمجھا۔ کہ اب اسے اچھا سبق حاصل ہو گیا ہوگا۔ پھر جو وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ تو وہ پھر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔

بادشاہ کا حکم

یہی ہے۔ کہ اندر کوئی نہ آئے۔ اس نے پھر چابک نکال کر پہلے سے بھی زیادہ زور کے ساتھ اسے مارا۔ وہ خموش ہو کر مار کھاتا رہا۔ گرینڈ ڈیوک نے سمجھا۔ کہ اب یہ ٹھیک ہو گیا ہوگا۔ اس لئے اس نے پھر دروازہ سے گزرنا چاہا۔ مگر وہ پھر

رستہ روک کر

کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور بادشاہ سلامت کی طرف سے اجازت نہیں۔ گرینڈ ڈیوک کہنے لگا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ میں کون ہوں۔ اور مجھے تم روک نہیں سکتے۔ اس نے کہا۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ آپ فلاں گرینڈ ڈیوک صاحب ہیں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ آپ کو

قانوناً اندر جانے کی اجازت

ہے۔ مگر وہ قانون بھی بادشاہ کا ہے۔ اور یہ حکم بھی بادشاہ کا ہے۔ اس پر اس نے پھر اسے مارنا شروع کیا۔ جب خوب مار چکا۔ تو بادشاہ نے اوپر سے یہ نظارہ دیکھ کر نہایت غصہ سے کہا۔ ٹالسٹائے کیا ہے۔ اس نے کہا حضور گرینڈ ڈیوک آئے ہیں۔ اور اندر آنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا دونوں اوپر آجاؤ۔ جب اوپر پہنچ گئے۔ تو بادشاہ کہنے لگا۔ ٹالسٹائے تم نے گرینڈ ڈیوک کو کیوں روکا۔ اس نے کہا۔ حضور کا حکم ایسا ہی تھا۔ پھر گرینڈ ڈیوک سے پوچھا۔ کیا اس نے تم کو بتایا تھا۔ کہ یہ میرا حکم ہے۔ اس نے کہا بتایا تھا۔ بادشاہ کہنے لگا۔ پھر تم نے ٹالسٹائے کو نہیں مارا بلکہ اس کو مارا۔ جس نے حکم دیا تھا کہ کوئی شخص اندر نہ آئے۔ اچھا ٹالسٹائے میں تم کو حکم دیتا ہوں۔ کہ گرینڈ ڈیوک کو اسی چابک سے مارو۔ روس میں یہ قانون ہے۔ کہ برابر کا افسر دوسرے افسر کو مار سکتا ہے۔ چھوٹا نہیں مار سکتا۔ گرینڈ ڈیوک کہنے لگا۔ میں

فوجی افسر

ہوں۔ اور قانوناً مجھے یہ نہیں مار سکتا۔ اس نے ٹالسٹائے کو اسی وقت کوئی فوجی عہدہ دے دیا۔ اور کہا۔ اب مارو گرینڈ ڈیوک پھر کہنے لگا۔ روس کا یہ بھی قانون ہے۔ کہ نواب ہی دوسرے نواب کو سزا دے سکتا ہے۔ میں نواب ہوں۔ یہ نواب نہیں اس لئے یہ مجھے نہیں مار سکتا۔ بادشاہ نے اسے کہا۔ کونٹ ٹالسٹائے میں تم کو حکم دیتا ہوں۔ کہ اسے مارو۔ گویا کونٹ کہکر اسے نواب بنا دیا۔ اسی وقت سے

ٹالسٹائے کے خاندان کے افراد

کونٹ ٹالسٹائے کہلانے شروع ہو گئے۔

تو

اصل چیز

بادشاہ کا حکم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ کرو۔ تو کیا ہمارا حق ہے۔ کہ ہم کہیں یہ بات چھوٹی ہے۔ یا بڑی ہمارے ملک میں بھی مثال مشہور ہے۔ کہ

محمود غزنوی

کے پاس ایاز کے مخالفوں نے ایک دفعہ شکایت کی۔ کہ یہ آپ کا بہت بدخواہ ہے۔ اس نے کہا اس کا تجربہ کرنا چاہئیے دربار منعقد کیا۔ اور ایک

نہایت ہی قیمتی موتی

جو دو تین لاکھ روپیہ کی مالیت کا تھا۔ رکھ کر اس شخص سے جس نے شکایت کی تھی۔ کہا۔ کہ ہتھوڑا لے کر اسے توڑ دو۔ وہ کہنے لگا۔ حضور میں آپ اور آپ کے باپ دادا کا نمکخوار ہوں۔ مجھ سے ایسی گستاخی کہاں ہو سکتی ہے۔ کہ میں موتی توڑ دوں بادشاہ کہنے لگا۔ تم بڑے خیر خواہ ہو۔ پھر دوسرے کو کہا۔ آب بادشاہ نے ایک کو جو کہہ دیا۔ کہ تم بڑے خیر خواہ ہو۔ تو گئے سب انکار کرنے اور کسی نے بھی موتی نہ توڑا۔ آخر ایاز کی باری آئی۔ اس نے ہتھوڑا اٹھایا۔ اور ایک ہی وار سے اسے چکنا چور کر دیا۔ سب لوگ گھبرا کر کہنے لگے۔ حضور ہم نہ کہتے تھے کہ ایاز آپ کا بدخواہ ہے۔ بادشاہ ایاز سے کہنے لگا۔ ایاز ان سب نے میرے

مال کا نقصان

نہ کیا۔ مگر تم نے اتنی دلیری سے کیوں نقصان کر دیا۔ ایاز کہنے لگا۔ انہیں مال سے محبت ہوگی۔ مگر میرے لئے تو بادشاہ کے حکم کا ایک ایک لفظ اس موتی کے مقابلہ میں قیمتی ہے اس جواب کا سب پر اثر ہوا۔ اور انہیں تسلیم کرنا پڑا۔ کہ ایاز کے اخلاص کا مقابلہ وہ نہیں کر سکتے۔ تو سب بحثوں کو جانے دو۔ رہنے دو۔ یہ بات کہ یہ چھوٹی چیز ہے یا بڑی۔ سوال یہ ہے کہ جب خدا نے اس کا حکم دیا۔ تو آیا

ہمارے اخلاص کا تقاضا

ہے۔ یا نہیں کہ ہم اسے دنیا میں پھیلائیں۔ صوفیا کہا کرتے ہیں۔ الامر فوق الادب۔ پس تسلیم کر لو۔ کہ تبلیغ احمدیت ایک چھوٹی بات ہے۔ مگر جب تک ہمارا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ خدا نے کہا۔ اسے پھیلاؤ۔ تو خواہ یہ چھوٹی ہے۔ یا بڑی۔ ہم اسے دنیا میں پھیلا کر ہی دم لیں گے۔ ہاں یہ

ہر شخص کا حق

ہے۔ کہ وہ ثابت کرے۔ کہ تمہیں اللہ تعالےٰ نے ایسا نہیں کہا مگر اسی دن جب وہ اس

بحث کا آغاز

کریں گے۔ خود ہی اس بحث میں مشغول ہو جائیں گے۔ جس سے وہ اب روک رہے ہیں۔ اور اس طرح ثابت کریں گے۔ کہ یہ معمولی بات نہیں۔ بلکہ اہم ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ

تبلیغ سے اختلاف

پیدا ہوتا ہے۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ اختلاف تو دنیا میں ہمیشہ ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ جب زمین کو چپٹی کہا جاتا تھا۔ اس وقت اگر زمین کو گول کہنے والے زمین کو چپٹی کہنے والوں سے اختلاف نہ کرتے۔ تو دنیا اس

عظیم الشان نکتہ سے محروم

رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر اس امر میں اختلاف نہ کیا جاتا۔ کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ یا سورج زمین کے گرد گھومتا ہے۔ تو دنیا بہت سے فوائد سے محروم رہ جاتی جب پانی کو مفرد کہا جاتا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف نہ کیا جاتا۔ اور ثابت نہ کیا جاتا۔ کہ پانی مفرد نہیں۔ بلکہ بعض گیسوں سے مرکب ہے۔ تو

علمی ارتقاء

کس طرح ہو سکتا۔ غرض دنیا کی ترقی اختلاف پر مبنی ہے۔ اور ترقی کا ذریعہ یہی ہے۔ کہ جو نیا خیال ہو اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ ہاں وہ شخص جو لڑتا ہے۔ وہ خود

فساد کی ابتداء

کرتا ہے۔ اس کا قصور اس کے ذمہ ہے۔ نہ اس کے ذمہ جو کوئی بات بتاتا ہے۔ رہا یہ کہ اس طرح دوسروں کو بھی جوش آئیگا اور وہ بحث کریں گے۔ تو اس میں حرج ہی کونسا ہے۔ میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں۔ کہ جس کا جی چاہے آئے اور اگر مجھے اپنی باتیں سمجھائے۔ اگر ہم یہ اپنا حق سمجھتے ہیں۔ کہ دوسروں کو اپنی باتیں سنائیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ دوسروں کی باتیں سننے سے ہم کنارہ کشی کریں۔ اگر کوئی شخص مجھے اس طرح اپنی باتیں سنانا چاہے کہ میرے کام میں زبردستی روک نہ بن جائے۔ یا فتنہ پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو۔ تو اگر میری

فرصت کے اوقات

میں زبانی ایسی صورت میں گفتگو کرتا ہے۔ جس میں گالی گلوچ یا طعن و تشنیع نہیں۔ تو میں ایسے شخص کی باتیں سننے کے لئے ہر وقت آمادہ ہوں۔

اسی طرح ہر احمدی کو دوسرے کی باتیں سننے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ہاں اگر کوئی احمدی دوسرے سے لڑتا ہے۔ تو میں اس کو پاگل خیال کرونگا۔ جس طرح میں اس احمدی کو پاگل سمجھتا ہوں جو دوسروں کی باتیں نہ سنے۔ اسی طرح اس احمدی کو بھی میں پاگل خیال کرونگا جو تبلیغ کرتے ہوئے لڑ پڑے۔ غرض تبلیغ ایک نہایت

ضروری چیز

ہے۔ اور یہ لغو بحث ہے کہ یہ چیز چھوٹی ہے یا بڑی۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ بات خدا نے کہی۔ پس ہمیں اس کے چھوٹے بڑے ہونے سے غرض نہیں۔ ہمارے سامنے مقصد یہ ہے کہ ہم اسے لوگوں کے کانوں تک پہنچا ئیں۔

بت کے سامنے جھک جانا

کتنی چھوٹی بات ہے۔ ایک جسم کی معمولی سی حرکت ہے۔ مگر خدا کے حکم کے ماتحت یہی چیز بڑی بن گئی۔ پس چھوٹی بڑی چیز کے سوال میں پڑنا فضول ہے۔

ہمارا عقیدہ

ہے کہ خدا نے کہا کہ جاؤ اور دنیا کو یہ پیغام پہنچاؤ۔ ساری دنیا اسے چھوٹا کہے۔ ہمارے نزدیک بڑی ہی ہے ہاں اس کا علاج یہ ہے کہ وہ سمجھائیں کہ تمہیں خدا نے نہیں کہا۔ پس جس دن وہ یہ سمجھا دینگے۔ تمام جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ ورنہ جب تک وہ یہ نہیں سمجھاتے ہمارے نزدیک بڑی ہی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا کو پہنچائیں۔ اگر کوئی لڑتا ہے۔ تو یہ اس کا قصور ہے اور اگر ہمارا آدمی لڑتا ہے تو ایسے آدمی کو ہم خود سزا دینگے۔ اور سمجھیں گے کہ گیا تو تھا وہ

خدا کا پیغام

پہنچانے مگر لگ گیا شیطان کا پیغام دینے۔ پس جب تک کوئی اس پوزیشن سے ہمارے دل پر پہنچنا نہ چاہے اس وقت تک اس کی بات کا ہم پر اثر نہیں ہو سکتا۔

وصیتیں

۱۴۰۱۴ :- منکہ خادم حسین ولد صدر حسین قوم سید ملازمت پیشہ عمر ۲۰ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۳۲ء ساکن شیخ چوگانی تحصیل و ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۲۸ ۸/۳۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ ۱۴ یا ۱۵ بیگہ اراضی زمین۔ واقعہ موضع شیخ چوگانی متذکرہ صدر قیمتی اندازاً ۔/۴۰۰ روپیہ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت ۔/۱۰ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن مذکور کرتار ہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک انجمن مذکور ہوگی۔ فقط ۲۸ ۸/۳۳

العبد :- خادم حسین مذکور۔ گواہ شد :- محمد رشید امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی۔ گواہ شد :- اعظم علی سب جج راولپنڈی گواہ شد :- ایم۔ اے ایاز بقلم خود راولپنڈی

۱۴۰۱۶ :- میں سماۃ فتح بی بی بیوہ میاں خدا بخش صاحب قوم جٹ پیشہ زراعت عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت قریباً ۱۹۱۵ء ساکن کھلا نوالی ڈاک خانہ بٹالہ۔ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۹ ۸/۳۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائداد اس وقت ایک بھینس مالیتی یکصد روپیہ ہے اور اس کے علاوہ کوئی جائداد نہیں ہے۔ اس جائداد موجودہ کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتی ہوں۔ اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد :- فتح بی بی زوجہ میاں خدا بخش نشان انگوٹھا۔ گواہ شد :- عبد الواحد بقلم خود قادیان بر مکان چوہدری علی محمد گواہ شد :- عبد الحمید بقلم خود۔ دوکاندار متصل دکان شیخ محمد اکرام

۱۴۰۶۳ :- منکہ امام بخش ولد جھنڈے شاہ صاحب قوم قریشی پیشہ زراعت عمر تخمیناً ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن راہوں تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر آج بتاریخ ۳۰ ۵/۳۱ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری کل جائداد اس وقت دس گھماؤں اراضی واقعہ قصبہ راہوں ضلع جالندھر ہے۔ میرا اپنا گذارہ اسی جائداد کی آمد پر ہے۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد میری اس جائداد کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کچھ حصہ جائداد کا صدر انجمن احمدیہ کو دیدونگا۔ تو اسی قدر حصہ میرے حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیا جائے گا۔ اور اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے دسویں حصے پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد :- امام بخش بقلم خود۔

گواہ شد :- عطا محمد ولد میاں امام بخش موصی ۵/۳۳۔ محلہ دار الرحمت قادیان۔ گورداسپور۔ گواہ شد :- کرم داد خاں انسپکٹر وصایا ۵/۳۳

۱۴۰۵۶ :- منکہ عمر بی بی زوجہ مرزا احمد بیگ صاحب قوم مغل عمر تخمیناً ۷۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ آج بتاریخ ۲۰ ۸/۳۱ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری جائداد اس وقت بصورت زیور قیمتی ۱۰۵ روپے ہے۔ جس کے تیسرے حصہ کی (۱/۳) میں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اگر میری وفات پر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی تیسرے حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط :- العبد :- نشان انگوٹھا عمر بی بی بنت مرزا غلام محی الدین صاحب۔ گواہ شد :- مرزا عزیز احمد صاحب بدستخط انگریزی ۲۰ ۸/۳۳۔ گواہ شد :- مرزا گل محمد بقلم خود۔

1 سے 2 میں گرم سوٹنگ کلاتھ بھی ہو گا

کٹ پیس کی خاص فائدہ مند گانٹھیں

آپ خواہ خانگی ضرورت میں لاویں خواہ فروخت کر کے کافی فائدہ اُٹھاویں۔ ان گانٹھوں سے آپکو بہرصورت فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اگر آپ اچھا منافع پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ان گانٹھوں کو منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ نوٹ:۔ آرڈر کے ہمراہ ¼ قیمت پیشگی آنی بالکل ضروری ہے۔ کل قیمت پیشگی آنے پر رجسٹری، مزدوری، پیکنگ خرچ معاف ہوگا۔ مقدر چھوٹی گانٹھیں اسی سبب سے تیار کی گئی ہیں کہ ہر شخص منگوا کر یکساں مفید ہو سکے۔

پرائیویٹ تجارت انہی گانٹھوں سے ہو سکتی ہے۔ ہماری مائیں بہنیں اپنے گھروں میں فروخت کر کے کافی فائدہ حاصل کر سکتی ہیں اور کم سرمایہ یا کم آمدنی والے جنٹلمین بھی اپنے حلقہ اثر در رسوخ میں فروخت کر کے خاطر خواہ معقول فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

نمبر 1 کمس گانٹھ وزن دس پونڈ۔ اس گانٹھ میں لٹھا، ململ، پاپلین، گرم سوٹنگ کلاتھ کے علاوہ بھی کٹ پیس ہوگا۔ سوٹنگ کلاتھ، پاپلین، چھینٹ، ظفر، وائل، پرنٹیڈ اینڈ وغیرہ کے ٹکڑے تمام بڑے یعنی ایک گز سے 8 گز تک۔ اس گانٹھ میں ایک سوٹ کا وولن سوٹنگ کلاتھ ضروری ہوگا۔ قیمت فی گانٹھ دس پونڈ مبلغ ...... -/-/25

نمبر 2 کمس گانٹھ وزن ۲۰ پونڈ۔ اس گانٹھ میں وولن یعنی گرم سوٹنگ کلاتھ، لیڈی سلکی سوٹنگ کلاتھ، پاپلین، ظفر، چھینٹ، جارجٹ، ٹُوئیل، وائل وغیرہ کٹ پیس ہوگا۔ ٹکڑے تمام بڑے دو گز سے ۹ گز تک۔ قیمت فی گانٹھ مبلغ پچاس روپیہ ...... -/-/50
اس گانٹھ میں دو سوٹ کا گرم کپڑا ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی اور کٹ پیس ہوگا۔

نمبر 3 کمس گانٹھ وزن پندرہ پونڈ۔ اس گانٹھ میں تمام قسم کا زنانہ مردانہ یعنی پاپلین، ظفر، جارجٹ، چھینٹ، لٹھا، وائل وغیرہ ہوگا۔ ٹکڑا ½1 گز سے 8 گز تک کا ہوگا۔ فائدہ مند چیز ہے۔ قیمت مبلغ پچیس روپیہ .... -/-/25

نمبر 4 کمس گانٹھ وزن ۲۰ پونڈ۔ اس گانٹھ میں مال مطابق نمبر 3 کے ہوگا۔ مگر ٹکڑا ½1 گز سے ۶ گز تک۔ مال بالکل صاف ہوگا۔ قیمت بیس پونڈ گانٹھ مبلغ -/-/30

نوٹ ضروری:۔ ان گانٹھوں کے علاوہ تمام قسم کا کٹ پیس گرم، ٹھنڈا، ریشمی تھوک نرخوں پر آپکو ہمارے ہاں سے مل سکتا ہے۔

نوٹ ضروری:۔ کسی بھی گانٹھ کی کٹ پیس کا نمونہ ہرگز روانہ نہیں ہوگا۔ اس میں کوئی ایک قسم کا کٹ پیس نہیں ہوتا۔ کبھی یکساں نہیں کسی میں کیسا کسی میں کیسا۔ اس بوال ناپسند ہو وہ خوشی سے واپس کر سکتے ہیں۔ سیکنڈ ہینڈ کوٹوں کی سربند گانٹھیں اور فٹ کردہ کوٹوں کی لسٹ طلب کریں۔

منیجر دی فٹ کوٹ ہول سیل کٹ پیس مرچنٹس کمپنی۔ رنچھوڑ لائین۔ کراچی شہر (سندھ)

یوم التبلیغ ۲۲ اکتوبر کیلئے تبلیغی ٹریکٹ اور رسالے

رسالہ	قیمت
ختم نبوت وصداقت مسیح موعود پر مختلف قسم ہر ایک فی روپیہ	۲۵۰ عدد
تائید حق مولوی حسن علی صاحب مرحوم نہایت دلچسپ رسالہ	فی روپیہ ۶ عدد
اسلامی اصول کی فلاسفی اردو	فی روپیہ ۱۰ عدد
گورمکھی و ہندی ترجمہ	فی روپیہ ۵ عدد
چیلنج دربارہ امام الزمان دس ہزاری	فی روپیہ ۱۶ عدد
درثمین اردو مکمل	فی روپیہ ۱۶ عدد
پیشگوئی احمد بیگ	فی روپیہ ۱۰ عدد
الحجۃ البالغہ وفات مسیح پر جامع رسالہ	فی روپیہ ۸ عدد
حضرت صاحب کا خط بنام سر سید	فی روپیہ ۲۰ عدد

کتاب گھر۔ قادیان

قادیان کا قدیمی مشہور عالم بے نظیر تحفہ

سرمہ نور (رجسٹرڈ)

جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ثابت ہو چکا ہے
قیمت فی تولہ دو روپیہ۔ چھ ماشہ ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ **شفاخانہ رفیق حیات قادیان پنجاب**

ضرورت ہے

انٹرنس اور ایف۔ اے پاس یا فیل نوجوانوں کی جو تیس روپے سے ڈھائی سو روپے تک کی معقول ملازمت حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ قواعد ٹکٹ بھیجکر منگوا لیں۔

پنجاب انجینئرنگ انسٹی ٹیوٹ جالندھر شہر

اردو شارٹ ہینڈ

مختصر نویسی کے مستند ماہر و مشہرہ آفاق استاد مسٹر جی ایم مہتہ ایف۔ ایس۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ٹی۔ ایس۔ ڈی (انگلینڈ) ایم۔ آئی۔ ایس۔ ڈی۔ ایم (بیرس)، پرنسپل صاحب انڈین کارسپونڈنس کالج بٹالہ کی تازہ تصنیف صرف دس آسان سبق کو نرہ میرا دریا پر اسپکٹس و نمونہ سبق **مفت**

منیجر انڈین کارسپونڈنس کالج بٹالہ پنجاب

محافظ اٹھرا گولیاں

بے اولادوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے

جن کے بچے چھوٹی ہی عمر میں فوت ہو جاتے ہوں۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہوں۔ یا حمل گر جاتا ہو۔ عوام سے اٹھرا اور اطباء اور ڈاکٹر اسقاط حمل یا مس کیرج کہتے ہیں یہ سخت موذی اور تباہ کن مرض ہے جس نے بے شمار گھرانے بے چراغ اور بے اولاد رکھے ہیں۔ اس مرض کا مجرب ترین علاج مالک دواخانہ رحمانی نے حضرت قبلہ جناب مولانا نور الدین شاہی طبیب سے سیکھ کر محافظ اٹھرا گولیاں (رجسٹرڈ گورنمنٹ آف انڈیا) ایجاد کیں ہزاروں لوگوں کی مجرب و آزمودہ گولیاں گذشتہ پچیس برس سے زیر استعمال ہیں۔ اور جو سوائے ہمارے دواخانہ کے کسی دوسری جگہ سے ہرگز نہیں مل سکتیں۔ ہر شخص جس کے گھر میں یہ موذی مرض لاحق ہو۔ وہ فوراً ہماری محافظ اٹھرا گولیاں طلب کر کے استعمال کرے۔ اور قدرت خدا کا زندہ کرشمہ دیکھے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت فی تولہ عـہ مکمل خوراک ۱۱ تولہ یکمشت منگوانے والے سے ایک روپیہ فی تولہ۔ علاوہ محصول ڈاک

نوٹ:۔ علاوہ ازیں ہمارے دواخانہ میں تمام ادویات برائے امراض مردان و زنان اور طاقت اور امراض چشم بر رعایت مل سکتی ہیں۔

عبد الرحمن کاغانی دواخانہ رحمانی۔ قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

سرحد کے بالائی مہمندوں سے حکومت کی شرائط صلح کے متعلق ۸ اکتوبر کو نئی دہلی سے ایک اعلان کیا گیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مفاہمت کے سلسلہ میں جو شرائط پیش کی گئی تھیں وہ یہ تھیں۔ کہ حکومت کسی صورت میں گنداب سے اس وقت تک اپنی فوجیں نہ ہٹائے گی۔ جب تک اسے یقین نہ آجائے۔ کہ اب مخالف لشکر کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہیں۔ یوسف خیل کی سڑک پر قبضہ رہیگا اور وقتاً فوقتاً سرکاری حکام فوج کی معیت میں یا بغیر فوج کے جیسی ضرورت سمجھی جائے گی گنداب کا دورہ کرتے رہیں گے۔ حالات کے اقتضاء کے موافق بہر صورت حلیم زئیوں کا تحفظ کیا جائیگا بالائی مہمندوں کی طرف سے مذکورہ بالا شرائط منظور ہونے کے بعد برطانی فوج گنداب میں اس وقت تک موجود رہی جب تک کہ حکومت کو پورے طور پر یہ اطمینان نہ ہوگیا کہ مہمندی لشکر کلیتہً منتشر اور یوسف خیل کی سڑک مکمل ہو چکی ہے۔ اس کے بعد سرکاری فوج کی واپسی شروع ہوئی۔ اور واپسی کے دوران میں فوج کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ اعلان میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ اس دوران میں برطانوی فوج کے کل سات مقتول اور ۲۱ مجروح ہوئے۔ اس کے مقابلہ میں مخالف لشکر سے ۲۵ مقتول اور ۲۸ مجروح ہوئے۔

ڈاکٹر اینی بیسنٹ کے متعلق لنڈن کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ انہوں نے اپنے وصیت نامہ میں ہدایت کی ہے کہ ان کے تمام خانگی ملازموں کو تاحیات ان کی موجودہ تنخواہیں ادا کی جائیں۔ نیز ان غریب ہندوستانی طلباء کے وظائف بھی جاری رہیں۔ جن کی آپ زندگی میں مدد کیا کرتی تھیں۔ آپ نے وصیت نامہ میں کرشنا مورتی کا ذکر تک نہیں کیا۔ حالانکہ اسے یسوع مسیح بنانا چاہتی تھیں۔

شہزادہ اعظم جاہ ولی عہد حیدرآباد دکن کے ہاں ۷ اکتوبر کو فرانس میں جبکہ ان کی اہلیہ صاحبہ اپنے والد سلطان عبدالمجید کے ہاں ٹھیری ہوئی تھیں۔ لڑکا تولد ہوا جس کا نام میر برکت علی خاں مکرم جاہ رکھا گیا ہے

مسٹر ڈی ولیرا کے پولیٹیکل مخالف جنرل اوڈفی اور کرونش ۶ اکتوبر کو ڈبلن میں بلوائیوں کے ہاتھوں سخت زخمی ہوئے۔ جنرل اوڈفی کے سر پر تیز ہتھیار مارا گیا جس سے وہ خون میں لت پت ہوگئے۔ کرونن کو پیٹھ پر زخم آئے۔ ہجوم نے خشت باری کی۔ مگر فوج نے رُلانے والے گیس بموں کی امداد سے صورت حالات پر قابو پا لیا۔

لاہور میں ۷ اکتوبر کو رات کے دو بجے لارنس گارڈن میں دو موٹروں کا تصادم ہوگیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک انگریز ہلاک اور اس کی بیوی شدید مجروح ہوئی۔

امرت سر سے ۶ اکتوبر کی خبر ہے کہ موضع موری میں ایک شادی کے موقع پر جب کھانا کھایا۔ تو ۲۰ کے قریب براتی ہلاک ہوگئے۔ جن برتنوں میں کھانا پکایا گیا تھا۔ ان پر پولیس نے قبضہ کر لیا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے۔ اموات ہیضہ سے ہوئیں۔

مدراس میں ۷ اکتوبر کو میڈیکل سکول کے سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں ۶ ڈاکوؤں نے جن میں سے پانچ یورپین لباس میں ملبوس تھے ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی۔ پہریدار نے شور ڈالنا چاہا تو اس کے ناک پر کلوروفارم میں ترشدہ رومال رکھ کر اسے بے ہوش کر دیا گیا۔ پھر اس کے بازو اور ٹانگیں باندھ کر اسے دوسری منزل میں چھوڑ آئے۔ وقت کی تنگی کا خیال کر کے ڈاکو کچھ لئے بغیر بھاگ گئے۔ جانے کے بعد جب پولیس نے دیکھا۔ تو آہنی پیٹی اور دیوار پر انقلابی نعرے لکھے ہوئے تھے۔

گاندھی جی نے ان دونوں خبروں کی کہ وہ اپنے لڑکے مسٹر دیوی داس گاندھی سے ملنے کے لئے ملتان اور مس کرشنا نہرو کی شادی کی تقریب پر اللہ آباد آنے والے ہیں تردید کی ہے۔

واشنگٹن سے ۶ اکتوبر کی اطلاع ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ۳۶ ریاستیں ۵ دسمبر کو ممانعت شراب کے قانون کو منسوخ کرانے کے لئے اپنے ووٹ پیش کرینگی۔ اس کے ایک ہی دن بعد یعنی ۶ دسمبر کو امریکہ میں شراب کی خرید و فروخت پر کوئی پابندی نہیں رہیگی۔

سوویٹ گورنمنٹ کی طرف سے حال ہی میں روس کے طول و عرض میں یوم پرواز منایا گیا ہے۔ جس میں پرواز کے مختلف پہلوؤں کا نہایت اچھی طرح مظاہرہ کیا گیا سرکاری طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۹۲۸ء میں روس میں جتنے ہوائی جہاز تیار کئے گئے تھے۔ ۱۹۳۲ء میں اس سے ۲۳ گنے تیار کئے گئے۔ معتبر حلقوں میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سوویٹ گورنمنٹ کی ہوائی طاقت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ آسانی کے ساتھ جاپان کی بحری طاقت کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

جنیوا کا ایک بحری پیغام مظہر ہے کہ تخفیف اسلحہ کے سلسلہ میں برطانیہ۔ فرانس اور اطالیہ کی تجاویز کو جرمنی نے مسترد کر دیا ہے جس سے کانفرنس کی ناکامی کے خطرات پیدا ہوگئے ہیں۔

ریاست رام پور کے متعلق اطلاع مظہر ہے کہ وہاں حالات نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی ہے۔ لوگ ریاست چھوڑ کر برطانوی علاقہ میں پناہ گزین ہو رہے ہیں۔ ریاستی فوج شہر میں گشت لگا رہی ہے۔ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا ہے اور تمام جلسوں اور جلوسوں کی ممانعت کر دی ہے۔ بعد کی اطلاع ہے۔ کہ صرف چند اشخاص نے مالیہ کے متعلق شورش کی تھی۔ جس کی بناء پر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ فوج طلب کرنیکی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ حالات درست ہیں

نواب صاحب بھوپال ۷ اکتوبر کو چھ ہفتہ کے قیام کے بعد ۱۶ توپوں کی سلامی کے ساتھ سرینگر سے واپس روانہ ہوگئے۔

شملہ سے ۷ اکتوبر کی اطلاع ہے کہ ہندوستان اور سیلون کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ آئندہ مارچ تک قائم ہو جائے گا۔ حکومت ہند اور حکومت سیلون ٹیلیفون کا نصف نصف خرچ برداشت کرینگی۔

مہاراجہ پٹیالہ کے متعلق افواہ ہے کہ گورنمنٹ مداخلت کر کے ان کے اختیارات میں کمی کرنے والی ہے۔

سوئٹزرلینڈ میں ایک پوسٹر کے ذریعہ اس قسم کی خبروں کی زبردست تردید کی گئی ہے کہ ہٹلر سنسکرت یا پرانے آریہ لٹریچر کی نشر و اشاعت کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔ اعلان میں بتایا گیا کہ ہٹلر تو اس لٹریچر کو جرمنی سے خارج کر دینا چاہتا ہے۔

جرمنی کی ہٹلر گورنمنٹ نے تعزیرات میں ایک ایسی دفعہ شامل کرنے کی تجویز کی ہے جس کے رو سے ناقابل علاج بیماریوں میں مبتلا اشخاص کو ان کی درخواست پر ہلاک کیا جا سکیگا مذہبی۔ طبی اور قانونی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تجویز کی شدید مخالفت ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔ مگر وزیر انصاف اس طریق کو جاری کرنے پر مصر ہیں۔

برلن سے ۸ اکتوبر کی اطلاع ہے کہ جرمن گورنمنٹ عنقریب ایک ایسا قانون بنانے والی ہے۔ جس کے رو سے شادی کرنا ہر نوجوان جرمن کے لئے لازمی ہوگا۔

جرمنی میں گورنمنٹ نے تمام سرکاری افسروں اور دیگر لوگوں کے خطابات منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔ آئندہ کوئی شخص محض "ہر" یا "مسٹر" ہی ہوگا۔ حال ہی میں ایک سرکاری رپورٹ ۳۲۴ صفحوں پر شائع ہوئی تھی۔ جس میں ۹۰۸۰ ۳ الفاظ ایسے تھے۔ جو تعریفی کلمات اور خطابات پر مشتمل تھے۔ اسی سے گورنمنٹ کو خطابات منسوخ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔

نئی دہلی سے ۹ اکتوبر کی سرکاری اطلاع ہے۔ کہ صوبہ دہلی میں سیلاب اور بارشوں سے امسال ۴۵ فیصدی مکان گر گئے۔ اور دس ہزار اشخاص بے خانماں ہوگئے ہیں۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی